صُومُوا لِرُؤيَتِهٖ وَاَفطِرُوا لِرُؤيَتِهٖ

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔

(صحیح بخاری شریف، کتاب الصوم)

موبائل سے استفاضۂ خبر کب اور کیسے؟

خطاب

سراج الفقہا، **مفتی محمد نظام الدین رضوی**

صدر المدرّسین و صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ترتیب و پیش کش

حضرت مولانا مفتی ایاز احمد مصباحی

مفتی و مہتمم جامعہ قادریہ، پونہ

ناشر :

جامعہ قادریہ، کونڈوا، پونہ (مہاراشٹر)

آئینۂ کتاب

ثبوتِ ہلال کے نو طریقے

نمبر شمار	ثبوتِ شرعی کا نام	نوعیت	یقین کا ذریعہ جو جھوٹ اور غلطی کا احتمال دور کرتا ہے
پہلا طریقہ	ایک دین دار، پرہیزگار کی خبر (جب رمضان کا چاند مطلع صاف نہ ہونے کے باعث نہ دِکھے)	خبر	روزے کے لیے کوئی پرہیزگار شخص جھوٹی خبر نہ دے گا۔
دوسرا طریقہ	رویتِ عام/ جماعتِ عظیم کی خبر	خبر	چاند دیکھنے اور اس کی خبر دینے والوں کی کثرت
تیسرا طریقہ	شہادت (گواہی)	شہادت	**شہادت** - یہ کہنا کہ "میں گواہی دیتا ہوں۔"
چوتھا طریقہ	شہادۃ علی الشہادۃ (گواہی پر گواہی)	شہادت	**شہادت** - یہ کہنا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ بنایا۔"
پانچواں طریقہ	شہادۃ علی القضا (قاضی کے فیصلۂ ہلال کی شہادت)	شہادت	**شہادت** - یہ کہنا کہ "میں گواہی دیتا ہوں۔"
چھٹا طریقہ	کتاب القاضی الی القاضی (جو دو گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو)	شہادت	**شہادت** - یہ کہنا کہ "میں گواہی دیتا ہوں۔"
ساتواں طریقہ	استفاضۂ خبر (کثیر مصدقہ خبروں کی شہرت	خبر	چاند دیکھنے اور اس کی خبر دینے والوں کی کثرت
آٹھواں طریقہ	اکمالِ عدت (مہینہ کامل تیس دن کا ہوتا ہے)	اِکمال	مہینہ تیس دن کا ہونا، شرعی مہینہ اس سے زیادہ دن کا نہیں ہوتا۔
نواں طریقہ	توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ کی بلند آواز	خبر	قاضیِ شریعت کے حکم سے ان ذرائع سے اعلان ہونے کا معمول واطمینان

(از: افادات سراج الفقہا)

ماخوذ: از رسالۂ مبارکہ : طرقِ اثباتِ ہلال

مشمولہ: فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، مطبوعہ: سنی دار الاشاعت، مبارک پور

اِستفاضۂ خبر - کب اور کیسے؟

جب چاند دیکھنے والے دس یا زائد معتمد و ذمہ دار افراد (علما، حُفّاظ، قُرّاء، صالحین) یا کثیر عوام الناس موبائل یا ٹیلی فون کے ذریعہ قاضیِ شریعت یا اس کے قائم مقام کو اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنے کی خبر دیں۔

یا کچھ اپنی آنکھ سے دیکھنے کی اور کچھ دوسرے معتمد و ذمہ دار افراد کے دیکھنے کی خبر دیں۔

اور یہ تحقیق ہوجائے کہ واقعی ہر ایک نے چاند دیکھا، یا کچھ نے خود دیکھا اور کچھ نے واقعی چاند دیکھنے والوں سے ٹھکانے سے معلوم کرکے بتایا تو یہ خبریں درجۂ شہرت میں مانی جائیں گی۔ بالفاظِ دیگر یہ استفاضۂ خبر ہوگا جو شریعت کی نگاہ میں اعلیٰ درجے کا ثبوت ہے۔

احتیاط یہ ہے کہ درج بالا طور پر خبر دینے والوں کی تعداد پندرہ، سولہ ہو اور قاضی یا اس کا قائم مقام ہر ایک سے 'بسم اللہ' پڑھوا کر اور اللہ کی قسم کھلا کر بیان لے۔

اور ایسا ہرگز نہ ہو کہ چاند دیکھنے والے دو، تین ہوں جسے کثیر لوگ بیان کریں اور اسے استفاضہ سمجھ لیا جائے یا مختلف اَطراف میں چاند کی خبر گرم ہوگئی کہ چاند ہوگیا اور یہ تحقیق نہ ہو کہ کس کس نے چاند دیکھا یا یہ تحقیق نہ ہو کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہیں یا کچھ اور، اور مان لیا جائے کہ استفاضہ ہوگیا۔

واللہ! یہ استفاضۂ خبر نہیں، یہ تو افواہ ہے۔ اس سے ہرگز ہرگز چاند کا ثبوت نہ ہوگا۔

جو عالمِ دین اپنے علاقے کا سب سے بڑا فقیہ ہو، مسائلِ ہلال سے بخوبی واقف ہو، عام طور پر لوگ دینی اُمور میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں وہ، یا اس کا تربیت یافتہ ''عالمِ ماذون'' قاضیِ شریعت کا قائم مقام ہے۔ (از افادات سراج الفقہاء)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصلِ مقدّمات کے لیے مقرر کرلیا تو وہی قاضیِ شرعی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالمِ دین وفقیہ ہو (قاضی ہے) اور اگر وہاں چند علما ہیں تو جو اُن میں سب سے زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکمِ شرع، ووَالیِ دینِ اسلام وقاضی وذی اختیارِ شرعی ہے۔ مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں ۔۔۔ ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیثُ العلم واجب ہونے کے علاوہ مِن حیثُ الحکم بھی واجب ہے۔

رہے یہ ''نکاح خوانی کے قاضی'' جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں، نہ انھیں کچھ وِلایت۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۷ ص ۳۲۸، ۳۲۹ سنی دار الاشاعت، مبارک پور)

علما و ائمہ کا خصوصی اِجلاس

بہ مقام	:	جامع مسجد کُدّل واڑی، پونہ
بہ تاریخ	:	۱۸؍جُمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ / مطابق ۲۸؍مارچ ۲۰۱۶ء، دوشنبہ
خطاب بہ عنوان	:	موبائل سے استفاضۂ خبر- کب اور کیسے؟
خطیب	:	حضرت سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی
وقت	:	بعد نمازِ عشاء
داعی	:	فقیرِ ایازؔ شَرَّفَہُ اللّٰہُ بِالْاِعْزَازِ

عرضِ اَیاز

حَامِدًا وّ مُصَلِّیًا وّ مُسَلِّمًا

حضرات! آج کا یہ خصوصی علمی اجلاس منعقد کرنے کا مقصد ایک ایسے حساس اور اہم مسئلے کی وضاحت ہے جس کی وجہ سے تقریباً ہر سال کم از کم ایک مرتبہ اور کبھی دو مرتبہ علما کو خصوصاً اور ذمہ دارانِ مدارس و مساجد کو عموماً ہنگامی صورتِ حال سے گزرنا پڑتا ہے۔

آپ جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ مسئلہ رویتِ ہلالِ عید و رمضان کتنا پیچیدہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بالخصوص شہروں میں کہ اونچی اونچی عمارتوں اور لوگوں کی تساہلی اور غفلت کی وجہ سے عموماً رویت ممکن نہیں ہوتی، یا اگر کہیں رویت ہو بھی گئی تو اَعْلَمِ علمائے بلد یا ذمہ دار علما تک شہادت دینے کے لیے لوگ جانے سے کتراتے ہیں یا مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو پاتے۔ یہ حالات تو اپنے شہر کے ہوتے ہیں اور اگر کسی دوسری جگہ رویت ہوئی تو ذمہ دار علما کے پاس ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے صورتِ حال پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

ایک طرف یہ معاملہ ہے اور دوسری طرف تقریباً ہر شخص کے پاس موبائل ہونے کی وجہ سے خبروں کی ترسیل اور فراہمی منٹوں میں ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں غروبِ شمس میں ابھی کئی منٹ یا بعض موسم میں آدھے گھنٹے سے بھی زیادہ وقت باقی ہوتا ہے اور ملک کے مشرقی شہروں سے چاند ہونے کی اطلاع پہنچ جاتی ہے اور اس کے بعد جب ہم چاند دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں یا اپنے شہر کے دیگر علاقوں سے رابطہ قائم کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ چاند کہیں نہیں دِکھا۔

اس حال میں مغرب کے وقت ہی سے ماحول انتہائی ہنگامہ خیز اور پر شور ہو جاتا

ہے۔ اب **سوال** یہ ہے کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ اور اپنے سُنّی عوام کو ہم کیسے مطمئن کریں۔ کیونکہ دوسری جماعت کے علما اور ذمہ داران آج سے نہیں، بلکہ بہت پہلے سے اس مسئلے میں بے احتیاطی کا شکار ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے کہ ماضی بعید میں جامع مسجد دہلی، مسجد ناخدا کلکتہ، امارتِ شرعیہ، پھلواری، پٹنہ سے اس مسئلہ میں سب سے پہلے ریڈیو، ٹیلی فون، وغیرہ کے ذریعے خبریں عام ہوجاتی ہیں اور آج بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے بہت ساری کمیٹیاں، ادارے، تنظیمیں اور مدارس انہی کے اُصول پر کاربند ہیں۔ جس کی وجہ سے انتشار مزید بڑھ جاتا ہے اور کشیدگی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے بہت سے افراد، کمیٹیاں، مساجد کے ذمہ داران ان اعلانات سے متاثر ہوکر یا تو اعلان کردیتے ہیں یا پھر اپنے علما سے شدید مطالبہ کرتے ہیں۔

ابھی کچھ سال پہلے محققِ مسائلِ جدیدہ، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر المدرّسین وصدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے مجددِ ماۃِ ماضیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ ثبوتِ ہلال کے سات اُصولوں میں سے پانچویں اصول استفاضۂ خبر کے مطابق موبائل کے ذریعے خبرِ مستفیض کے تحقّق کا موقف اختیار فرمایا۔ جس کی وجہ سے ہمیں آسانیاں حاصل ہوئیں اور اسی بنیاد پر خاکسار گزشتہ دو سالوں سے رویت کا اعلان کررہا ہے۔

لیکن اس اعلان پر خود ہمارے بعض احباب کے کچھ اشکالات اور شبہات ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں۔

کبھی کبھی اعلان کے فوراً بعد لوگوں نے بحث شروع کردی اور طرح طرح کے سوالات قائم کیے۔ فقیر صرف ناقل ہونے کی حیثیت سے ان سوالات کو آئندہ پر ٹالتا رہا۔

اس درمیان میں حضور مفتی صاحب قبلہ سے دو مرتبہ گفتگو بھی ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ حضور! کسی موقع پر پونہ کے لیے کچھ وقت نکال کر ہمارے احباب کو مطمئن فرمادیں۔

الحمد للہ! حضرت نے میری درخواست قبول فرمائی اور اپنے انتہائی قیمتی اور مصروف وقت سے گنجائش نکال کر اس وقت ہمارے سامنے تشریف فرما ہیں۔

بروقت حضرت کی بارگاہ میں اس مسئلے سے متعلق ہمیں جن وضاحتوں اور صراحتوں کی ضرورت ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ خبرِ مستفیض کی جامع اور مانع تعریف کیا ہے؟

۲۔ کتنے لوگوں، کس قسم کے لوگوں، یا کتنے شہروں سے خبر ملے تو خبر 'مستفیض' قرار دی جائے؟

۳۔ فتاویٰ رضویہ کی بعض عبارتوں سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی امور میں ٹیلی فون کی خبر کا کوئی اعتبار نہیں۔ آپ کا موقف اس کے خلاف ہے، اس شبہ کا ازالہ فرما کر وضاحت فرمادیں۔

۴۔ فقہ کی کتابوں میں خبرِ مستفیض کے لیے متعدد جماعتوں کے آنے کا ذکر ہے، پھر موبائل کے ذریعے متعدد جگہوں سے رابطہ کو خبرِ مستفیض کیسے قرار دیا جائے؟

۵۔ فتاویٰ امجدیہ، ج:۱، ص: ۳۹۴ پر ایک استفتاء کے جواب میں صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے ٹیلی فون کی خبر کو بھی خبرِ مستفیض نہیں تسلیم کیا ہے۔ اس کی کیا تاویل ہے؟

سراج الفقہا کا خطاب

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ - اَمَّا بَعْدُ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ "صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَ اَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ، فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ"

(أخرجه الشیخان وغیرهما، والحدیث مشهور مستفیض [۱])

ہمارے محب مکرم حضرت مولانا مفتی محمد ایاز احمد مصباحی صاحب نے جس درد کا اظہار کیا تقریباً کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ اسی درد کا اظہار ۱۹۸۶ء میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا تھا۔ اس وقت کے اکابر علما و فقہاء کی کچھ نشستیں ہوئیں مگر کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے وہ نشست برخاست ہوگئی اور اس کے بعد حضرت علامہ علیہ الرحمہ بھی کسی اور کام میں مصروف ہوگئے۔ پھر بعد میں ۲۰۰۷ء میں دار القلم دہلی میں کثیر علمائے اہلِ سنت کا ایک اجتماع ہوا۔ اس مسئلے میں

(۱) صحیح البخاری، ص: ۲۵۶، کتاب الصوم/باب قول النبی صلی اللہ علیہ و سلم: اِذَا رَاَیْتُمُ الْھِلَالَ فَصُوْمُوْا۔ مجلس البرکات

و الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۴۷، کتاب الصیام/باب وجوب صوم رمضان لرویة الهلال، مجلس البرکات۔

امام مسلم نے یہ حدیث مختلف الفاظ سے روایت کی مگر مفہوم سب کا ایک ہے۔ مثلاً: فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَصُوْمُوْا ثَلٰثِیْنَ یَوْمًا۔ فَاِنْ غُمِیَ عَلَیْکُمْ فَاکْمِلُوا الْعَدَدَ۔ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَیْکُمْ فَعُدُّوْا ثَلٰثِیْنَ۔ دیکھئے صحیح مسلم، ج:۱، ص: ۳۴۷، ۳۴۸۔ مجلس البرکات۔

کافی غور وفکر کے ساتھ بحثیں ہوئیں، فیصلے بھی درج کیے گئے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم وہ فیصلے کتابی شکل میں شائع کردیں۔

ہم اس سے پہلے کہ گفتگو کا آغاز کریں آپ پر یہ امر منکشف کردیں کہ حَبرالامّہ، حضور سیّدی ومرشدی، مولائی وملاذی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ سے اس گنہگار کو دو طرح کی نسبت حاصل ہے: **پہلی نسبت** تو یہ ہے کہ حضرت کے دستِ حق پرست پر میں مدرسہ عزیز العلوم، نان پارہ میں بیعت سے مشرف ہوا ۱۹۷۴ء میں۔ پھر اشرفیہ میں میرا داخلہ ہوا تو شارحِ بخاری علیہ الرحمہ کے کمرے کے بغل میں ہی میرا قیام تھا۔ اسی وقت سے فقہی دلچسپی کی وجہ سے میں حضرت سے قریب تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فقہ اور فتویٰ نویسی حضرت شارحِ بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی اور حضرت نے حضور سیّدی مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی، اور حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان سے سیکھی۔ فقہ اور فتویٰ نویسی میں میرا سلسلۂ تلمذ حضور سیّدی مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ تک صرف ایک واسطے سے پہنچتا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تک دو واسطوں سے۔ یہ حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے **دوسری نسبت** ہوئی۔

ہم فتاویٰ رضویہ کے خوشہ چیں ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہماری تحقیقات کی بنیاد فتاویٰ رضویہ پر ہو اور اگر اس پر بنیاد نہ ہو تو کم سے کم تحقیق کا کوئی بھی گوشہ فتاویٰ رضویہ کے خلاف نہ ہو۔ یہ میری تحقیق کا نقشِ اوّل بھی ہے اور نقشِ آخر بھی۔ ہم اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے کہ یہ محفل اس غرض کے لیے نہیں منعقد کی گئی ہے، کبھی ہم بیٹھ کر کے آپ لوگوں سے اس مسئلہ پر گفتگو کرلیں گے۔ ان شاء اللہ!

حضرات! عام طور پر ہمارے اذہان وقلوب میں یہ بات رچی بسی ہے کہ چاند

کا ثبوت صرف 'شہادتِ شرعی' کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے اور اس باب میں تار، ٹیلی فون کے ذریعے موصول ہونے والی خبر، یا کوئی بھی خبر محض نامقبول و نامعتبر ہے۔ اس لیے جب 'مصدقہ افراد کی خبروں کی شہرت' سے چاند کے ثبوت کی بات کی جاتی ہے تو وہ بات بڑی نامانوس اور مُنکَر سی محسوس ہوتی ہے کہ یہ کیا بتایا جارہا ہے۔ یہاں نہ کوئی قاضیِ شریعت کے اجلاس میں حاضر ہوتا ہے، نہ شہادت کا لفظ کہا جاتا ہے، بس کچھ لوگوں کی خبریں ہوتی ہیں تو خبروں سے بھلا چاند کا ثبوت کیسے ہوگا؟

حالانکہ یہ شریعتِ طاہرہ کا ایک مسلّم الثبوت مسئلہ ہے کہ:

☆ ابر و باد کی صورت میں رمضان کا چاند ایک دین دار مسلمان کی خبر سے ثابت ہوجاتا ہے،

☆ یا موسم صاف ہو تو شہر کے باہر یا بلندی سے ایک چاند دیکھنے والے دین دار مسلمان کی خبر بھی کافی ہوتی ہے۔

☆ اور جماعتِ کثیرہ نے چاند دیکھ لیا تو ان کا بیان ہی عید، بقرعید ہر طرح کے چاند کے ثبوت کے لیے کافی ہوتا ہے۔

یہ وہ صورتیں ہیں جہاں دور، دور تک شہادت کی بو بھی نہیں محسوس ہوتی، صرف خبر ہی خبر ہوتی ہے تو پھر اس میں کیا حیرت کی بات ہے کہ 'مصدقہ افراد کی سچّی پکّی خبروں کی شہرت سے بھی چاند ثابت ہوجائے۔ آخر خبر تو خبر ہے۔ بلکہ سچائی یہ ہے کہ 'شہادتِ شرعی' بھی ایک طرح بابِ خبر سے ہی ہے اور چاند کا ثبوت:

☆ ایک دین دار آدمی کی خبر سے ہو

☆ یا رویتِ عام سے

☆ یا شہادت سے

☆ یا شہادۃ علی الشہادۃ

☆ یا کتابُ القاضی اِلی القاضی

☆ یا شہادۃ علیٰ قضاءِ القاضی سے

اِن تمام صورتوں میں چاند کا ثبوت خبر سے ہی ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان خبروں کی شکلیں الگ الگ ہیں یہاں تک کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس باب میں جو ضابطہ بتایا ہے وہ بھی خبر ہی ہے، اسے 'خبرِ رسول' کہتے ہیں۔ اس لیے 'استفاضۂ خبر' کے نام سے وحشت زدہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس کو ٹھنڈے دل سے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہم سب سے پہلے عہدِ رسالت سے ہی چاند کے شواہد کا تاریخی سلسلہ بیان کرتے ہیں، پھر خاص 'استفاضۂ خبر' کے بارے میں کچھ وضاحت کے ساتھ عرض کریں گے۔ اللہ کے پیارے رسول سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاند کے بارے میں ایک بہت ہی واضح ضابطہ بیان فرمادیا:

"صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَ اَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ[۱]۔"

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔

یہ **پہلا ضابطہ** ہے مگر ہر موقع پر اور ہر جگہ چاند نہیں دیکھا جاسکتا۔ کبھی بدلی ہوتی ہے، کبھی گرد وغبار ہوتا ہے۔ کبھی چاند تیس کا ہی ہوتا ہے، اُنتیس کا نہیں ہوتا، تو **دوسرا ضابطہ** سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا:

"فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ"[۲]

اگر اُنتیس کا چاند پوشیدہ رہ جائے، نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی، تیس کی تاریخ پوری کرلو۔ (یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاند کے بارے میں ہم کو یہ دو ضابطے دیے ہیں؛

ایک چاند دیکھوتو روزہ رکھواور چاند دیکھوتو روزہ چھوڑ دو۔

دوسرا ضابطہ چاند کسی وجہ سے اُنتیس کونظر نہ آئے توتیس کی گنتی پوری کرو۔

لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اسلام دور دراز ملکوں تک پھیل گیا اور اغلب یہ ہے کہ اس طرح کے حالات سامنے آئے کہ کہیں چاند ہوا، کہیں چاند نہیں ہوا تو ثبوتِ ہلال کے طریقوں میں توسیع کی حاجت پیش آئی تا کہ ایک جگہ کا چاند دوسری جگہ بھی ثابت ہوسکے اور ممکن حد تک بلادِ اسلامیہ میں ایک ساتھ صوم و افطار ہو، تو اس طرح ایک **تیسرے ضابطۂ ہلال** 'کتابُ القاضی اِلی القاضیٰ' کا وجود ہوا۔ حضرات تابعین کرام علیھم الرحمۃ و الرضوان نے اس بات پر اجماع کرلیا کہ اگر قاضی شریعت کے نزدیک چاند کا شرعی ثبوت حاصل ہوجائے کہ چاند دِکھ گیا، مثلاً گواہوں کے ذریعے ثابت ہوجائے کہ چاند ہوگیا تو ان حضرات نے یہ موقف اپنایا کہ وہ قاضی **'کتابُ القاضی إلی القاضی'** لکھ کر دوسرے شہر کے قاضی کو گواہوں کے ہاتھ بھیجے، یہ خط دوسرے قاضی کے پاس دو گواہ لے کر جائیں اور دوسرے شہر کے قاضی کو جب یہ خط ملے تو گواہوں سے گواہی لے کر وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ حدیث پاک میں کہیں بھی **کتابُ القاضی الی القاضی** کا ذکر نہیں۔ حالات بدلے، ضرورتیں پیش آئیں تو تابعین کرام علیھم الرحمۃ و الرضوان نے مذکورہ طریقے کا اضافہ کردیا۔ یہ **تیسرا ضابطہ** تھا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو

---

(١) صحیح البخاری، ج: ١، ص: ٢٥٦، کتاب الصوم / باب قول النبی صلی اللہ علیہ و سلم: إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا۔ مجلس البرکات

(٢) صحیح البخاری، ج: ١، ص: ٢٥٦، کتاب الصوم / باب قول النبی صلی اللہ علیہ و سلم: إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا۔ مجلس البرکات

ہی ضابطے بتائے تھے تو یہ تیسرا ضابطہ کیوں ایجاد کیا گیا؟ ایجاد ہی نہیں ہوا، اس پر اجماع بھی ہوا اور ساری اُمت نے اس پر عمل کیا اور آج بھی عمل کرتی ہے۔

مگر صرف **کتابُ القاضی الی القاضی** سے کام نہیں چل سکتا تھا اور ثبوتِ ہلال کے طریقوں میں مزید توسیع کی حاجت تھی اس لیے فقہائے اُمت نے کتاب و سنت میں غور و خوض فرما کر دوسرے طریقوں کا بھی اضافہ فرمایا۔

شہادت : چاند کے باب میں احادیثِ نبویہ میں شہادت کا ذکر کم سے کم اس بے مایہ نے نہیں دیکھا۔ علمائے اُمت نے جب دیکھا کہ ہر آدمی نہ چاند دیکھ سکتا ہے، نہ ہر جگہ چاند دِکھ سکتا ہے، بہت جگہوں پر چاند دِکھ جاتا ہے اور بہت جگہوں پر چاند نہیں دِکھتا، بہت سے لوگ چاند دیکھ لیتے ہیں اور بہت سے لوگ چاند نہیں دیکھ پاتے۔ بہت سے لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیادہ تر لوگ ایسے ہیں جو چاند دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے تو اگر ہر آدمی پر یہ لازم کر دیا جائے کہ وہ چاند دیکھے تب ہی روزہ رکھے تو پھر تو سب کے لیے روزے کے حکمِ قرآنی پر عمل بہت مشکل ہو جائے گا۔ ہر آدمی چاند دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ اور جو لوگ کوشش کرتے ہیں ان میں سب دیکھ نہیں پاتے۔ جو لوگ دیکھ پاتے ہیں وہ سب معتمد نہیں ہوتے اور جو معتمد ہوتے ہیں وہ صرف اپنے علاقے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ ہر علاقے میں ان کا دیکھنا کافی نہیں ہو سکتا تھا تو دوسرے علاقوں کی ضرورتوں کو کیسے پورا کیا جائے؟ جیسے پونہ میں چھ سات آدمیوں نے چاند دیکھ لیا اور یوپی میں چاند نظر نہیں آیا تو وہاں کی ضرورت کیسے پوری کی جائے؟ بہار کی ضرورت کیسے پوری ہو؟ بنگال و آسام کی ضرورت کیسے پوری ہو؟ یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل تھا اور اس کا حل ضروری تھا تو علما نے اجازت دے دی کہ روزے کے باب میں اگرچہ سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے شہادت کے بارے میں کچھ نہیں ملتا لیکن شہادت تو حجتِ شرعیہ ہے۔ یہ قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیثِ پاک سے بھی ثابت ہے۔ تو اگر چند لوگوں کے چاند دیکھنے کا ثبوت شہادتِ شرعیہ سے دوسرے شہر کے قاضی کے پاس پہنچ جائے تو یہاں کا چاند وہاں بھی مان لیا جائے گا۔ یہاں کے لوگ روزہ رکھیں گے تو بنگال و آسام والوں کو بھی حکم دیا جائے گا کہ تم لوگوں پر بھی روزہ فرض ہے۔ تم لوگ بھی روزہ رکھو۔ یوپی والوں کو بھی کہا جائے گا کہ تمھارے یہاں بھی ثبوتِ شرعی ہوگیا، شہادتِ شرعیہ آ گئی ہے لہٰذا تم لوگ بھی روزہ رکھو۔ تم پر بھی روزہ فرض ہے۔ چاند دِکھ رہا ہے یہاں پونے میں، مگر اس کی فرضیت کا اعلان بنگال و آسام میں بھی ہو رہا ہے، یوپی میں بھی ہو رہا ہے، دوسرے اضلاع میں بھی ہو رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ شہادتِ شرعیہ وہاں پہنچ گئی ہے۔ تو چاند کے سلسلے میں وسعت آئی نا۔ یہ **چوتھا ضابطہ** ہوا۔

شہادۃ علی الشہادۃ:

اچھا صاحب! چلئے یہاں یہ ہمارے حکیم صاحب ہیں، انھوں نے چاند دیکھ لیا۔ ہمارے مفتی ایاز احمد مصباحی صاحب نے چاند دیکھ لیا، مفتی عابد علی صاحب نے چاند دیکھ لیا۔ اب ان سے گزارش کی گئی کہ آپ لوگ کچھ مشقت برداشت کر کے جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھی آ جائیے اور گواہی دے دیجیے۔ آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا بھی بھلا ہو جائے۔ یہاں بھی لوگ ہیں۔ یہ لوگ تو کہیں گے ہمیں اپنی عید منانی ہے۔ یہاں نمازِ عید پڑھانی ہے، ہم اپنی دیکھیں کہ وہاں جائیں۔ چاند دِکھ گیا، یہ شہادت دیں تو شہادت مقبول ہوگی مگر یہ جا نہیں سکتے۔ اس مسئلے کا حل کیسے ہوگا؟ اس کے لیے پھر فقہا نے یہ راہ نکالی کہ اگر یہ لوگ نہیں جا سکتے ہیں تو **شاهد علی الشاهد** بنایا جائے۔ ان سے کہا جائے کہ دو آدمیوں کو آپ لوگ اپنی گواہی پر گواہ بنا دیجیے اور وہ

لوگ گواہ کی حیثیت سے وہاں چلے جائیں اور وہاں کے قاضیِ شریعت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوں کہ فلاں فلاں نے مجھ کو اپنی گواہی پر گواہ بنایا ہے۔ پھر اس کے شرعی طریقے کے مطابق شہادت ادا کریں۔ وہاں یہ گواہ شہادت نہیں بلکہ شہادتِ رویت پر شہادت دے رہے ہیں، یہ ''شہادت پر شہادت'' ہو رہی ہے۔ فقہائے اسلام فرماتے ہیں کہ یہ شہادت بھی حجت ہے لہٰذا جہاں، جہاں یہ شہادت پہنچے گی وہاں وہاں چاند کا شرعی ثبوت ہو جائے گا۔ خواہ وہ بنگال و آسام ہو یا یوپی و بہار۔ یہ ثبوتِ ہلال کے تعلق سے شریعت کا **پانچواں ضابطہ** ہے۔

احادیث کا مطالعہ کرتے رہیے۔ ان میں چاند کے باب میں نہ شہادت کا ذکر آپ کو ملے گا، نہ شہادۃ علی الشہادۃ کا، نہ کتابُ القاضی الی القاضی کا۔

شہادۃ علی القضاء:

اس پر ایک طریقہ اور علما نے بڑھایا۔ اس کو **شہادۃ علی القضاء** کہتے ہیں۔ یعنی قاضیِ شریعت نے چاند کا شرعی ثبوت حاصل کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کیا، اس وقت جو لوگ وہاں حاضر تھے وہ دوسرے شہر کے قاضی کے یہاں جا کر اس فیصلے کی شہادت دیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، رسالہ 'طُرُقِ اثباتِ ہلال' میں تفصیل موجود ہے۔

یہ کتنے طریقے ہوئے: (۱) رویت (۲) شہادۃ (۳) شہادۃ علی الشہادۃ (۴) شہادۃ علی القضا (۵) کتاب القاضی الی القاضی۔

استفاضہ:

یہاں ایک **چھٹا ضابطہ** 'استفاضۂ خبر' ہے یعنی چاند کی سچی پکی خبر جو مشہور ہو جائے تو اس سے بھی چاند کا ثبوت ہوگا۔ ہم نے ایک جگہ جب لوگوں کو اس کے

بارے میں بتایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں؟ استفاضہ کیا چیز ہے؟ اب تک تو ہم یہی سنتے تھے کہ شہادت ہوگی تو چاند ہوگا اور شہادت نہ ہوگی تو چاند نہ ہوگا۔ یہ استفاضہ کیا ہے؟ سمجھا دیا گیا۔ لوگ مان گئے۔ ہم کئی سالوں سے اس کے مطابق بیان بھی کرتے ہیں، ہم اِن شاء اللہ العزیز ابھی کچھ دیر بعد اس کے تعلق سے تفصیل سے عرض کریں گے۔ یہاں سے واضح ہوجاتا ہے کہ جیسے جیسے ضرورتیں بڑھتی گئیں، علما شرعی گنجائش کے مطابق چاند کے ثبوت کے طریقے بھی بڑھاتے رہے۔ الغرض ان چھ طریقوں کا ذکر فقہِ حنفی کے اندر موجود ہے۔

نقارے وغیرہ کے ذریعے اعلان:

یہ چاند کے ثبوت کا **ساتواں طریقہ** ہے جسے بہت بعد کے ہمارے حنفی علما نے اضافہ کیا ہے یہ قدیم حنفی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ حدیث کی بات تو حدیث، قدیم حنفی کتابوں میں بھی کہیں موجود نہیں ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟ توپ، ڈھنڈورا، فائر کی آواز، نقارے کی آواز، قاضیِ اسلام کے حکم سے اُنتیس تاریخ کو نقارہ بجا دیا جاتا ہے۔ ڈھنڈورا پیٹ دیا جاتا ہے۔ بندوق کے فائر ہوتے ہیں۔ وہاں اگر اُنتیس تاریخ کو فائر ہوئے، نقارہ بجا دیا گیا تو علما فرماتے ہیں کہ دیہات والوں پر بھی روزہ رکھنا فرض ہوگیا۔ عید فرض ہوگئی۔ جہاں جہاں تک اس کی آواز پہنچے گی ان سب پر لازم ہوگیا کہ روزہ رکھیں یا عید کریں۔ توپ وغیرہ کی خبر محض ایک آواز ہی ہے نا؟

فتاویٰ رضویہ میں یہ ساتواں طریقہ بیان کیا گیا۔ میں نے پہلے ڈھونڈا کہ یہ فقہ کی کس کتاب میں ہے؟ تو میں بتا دوں کہ یہ فقہِ حنفی کی کسی کتاب میں مجھے نہیں ملا۔ تب میں نے سوچا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لیا کہاں سے؟ پہلے اعلیٰ حضرت کو ہی پورا پڑھ لیں۔ اس کے بعد پھر مزید مطالعہ کریں گے۔ جب ہم اعلیٰ حضرت علیہ

الرحمہ کو پڑھنے لگے تو راز کھلا، ایک رسالہ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا اس کا نام ہے 'طرقِ اثباتِ ہلال'۔ اس میں سات طریقے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بیان کیے ہیں اور میں نے اُن کو گنا تو کُل نو طریقے ہوئے۔ یہ کمال ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا کہ نو طریقوں کو اپنے جامع الفاظ کے ذریعہ صرف سات طریقوں میں منحصر کر دیا اور ہم نے جب انھی کی عبارت کو پیش نظر رکھ کر لکھا تو نو طریقے ہوئے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے حساب سے ساتواں طریقہ اور ہمارے حساب سے نواں طریقہ ہے یہ ''نقارے کی آواز۔'' اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے گئے، لکھتے گئے، اور آخر میں عربی زبان میں آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ یہ بات علامہ شامی نے لکھی ہے اور علامہ شامی نے ایک شافعی عالم کی کتاب سے لیا ہے۔ شافعی مذہب کی بنیاد امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہے، امام شافعی سے بھی نہیں لیا، بلکہ امام شافعی کے بہت بعد کے ان کے مُقلِّد عالم علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب **تحفہ** میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ اس کو علامہ ابن عابدین شامی نے لیا اور علامہ شامی سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لیا۔ جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے قبول کیا تو ہم بھی قبول کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تحقیق ہمارے لیے حرفِ آخر ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قبول کیا تو ہم نے بھی قبول کرلیا۔ اب اس بحث کی ضرورت نہیں کہ حدیث میں کہاں ہے اس کا ذکر، کیوں کہ انھوں نے کسی حدیث کے پیش نظر ہی قبول کیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ثبوت ہے کہ نہیں ہے، فقہِ حنفی کی کتابوں میں ہے کہ نہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے خوفِ خدا رکھ کر تحقیق کی اور تحقیق کر کے اس کو ثابت مان لیا، تو ہم نے بھی مان لیا کہ یہ عند اللہ حق ہے اور مرضیِ رسول کے مطابق ہے۔ دیکھیے، زمانہ بدلتا گیا، حالات بدلتے گئے، ضرورتیں بڑھتی

گئیں تو فقہائے کرام نے احکام میں بہت کچھ وسعت پیدا کی۔

کئی سال سے ہمارے دار القضا جامعہ اشرفیہ میں چاند کے اس ساتویں طریقے پر عمل ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب چاند کا شرعی ثبوت حاصل کر کے چاند ہونے کا فیصلہ سنا دیا جاتا ہے تو جامعہ کے دار القضا کے حدود میں جتنے بلاد آتے ہیں ان تمام بلاد کے علما کو موبائل (کے محفوظ نمبر) سے اطلاع دے دی جاتی ہے اور وہ سب لوگ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور کبھی کہیں سے اس پر نکیر نہیں ہوئی اور جو لوگ جامعہ کے حدودِ قضا سے باہر ہیں انھوں نے بھی ہمارے یہاں سے رابطہ قائم کر کے پہلے اس طریقے کو سمجھا، پھر وہ بھی عمل کرنے لگے، ہاں، ایک دو جگہ سے کچھ علما نے یہ پوچھا کہ کیا تحقیق کے بعد یہ عمل ہو رہا ہے؟ تو بتا دیا گیا کہ ہاں تحقیق ہو چکی ہے، تو انھوں نے خوشی ظاہر کی۔

ٹیلی فون کی خبر محض ''نا معتبر'' کا مطلب:

اور بعض نے سمجھنے کے لیے یہ پوچھا کہ ٹیلی فون کے بارے میں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھ دیا ہے کہ ''چاند کے باب میں اس کی خبر بالکل غیر معتبر ہے'' تو آپ نے اس کو کہاں سے معتبر قرار دے دیا؟

تو ہم نے کہا بات تو صحیح ہے مگر دیکھیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو لکھا ہے کہ ''ٹیلی فون اور تار کی خبر چاند کے بارے میں بالکل غیر معتبر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے چاند کا ثبوت نہیں ہوگا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے ثابت شدہ چاند کا اعلان بھی نہیں ہوگا۔ غور فرمایئے ہم کیا کہہ رہے ہیں چاند کا ثبوتِ شرعی ہمارے پاس ہو گیا، چاند کا فیصلہ ہو گیا۔ اب صرف اعلان کرنا ہے جو ہم موبائل سے کر رہے ہیں اور اس بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہمارے لیے پیشوا ہیں، رہنما ہیں۔ اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمہ جب توپ کی آواز کو، نقارے کی آواز کو، ڈھنڈورا وغیرہ کی آواز کو چاند کے اعلان کے لیے حجت مان رہے ہیں تو ہم بھی ان کو بشمول موبائل حجت مان رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ آواز میں تو احتمال ہے، کہ جو آواز جاتی ہے، نقارے وغیرہ کی، ہوسکتا ہے کہ روزے کے علاوہ کسی اور کام کے لیے ہو، نقارہ کسی اور کام سے بجایا گیا ہو، لیکن جب قاضیِ شریعت اپنے موبائل نمبر سے دوسرے قاضی کو، دوسرے عالم کو فون کر رہا ہے، ہر ایک دوسرے کی آواز کو پہچان رہے ہیں اور تصدیق بھی کر رہے ہیں دوبارہ فون کر کے، تو اس کی آواز نقارے کی آواز سے بھی کمتر ہوگئی۔ اگر نقارے کی آواز معتبر ہے تو ایک مفتیِ شریعت کی جانی، پہچانی آواز جو موبائل کے ذریعے کلام کی شکل میں دوسرے مفتیِ شریعت کو پہنچ رہی ہے وہ بدرجۂ اولیٰ معتبر ہوگی۔ مقصود پوچھنے والے کا سمجھنا تھا سمجھ گئے تو قبول بھی کرلیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کرامت:

ہم نے کہا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صرف ڈھنڈورا اور توپ نہیں لکھا بلکہ توپ اور ڈھنڈورا 'وغیرہ' لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی نگاہ آج کے آنے والے زمانے پر بھی تھی کہ ہوسکتا ہے آگے چل کر توپ نہ ہو، نقارہ نہ ہو، ڈھنڈورا نہ ہو، اس کی جگہ پر اس سے بہتر کوئی اور چیز آجائے تو ''وغیرہ'' کہہ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ہمارے زمانے کے موبائل کو بھی شامل کرلیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کرامت ہے جو ''وغیرہ'' کا لفظ بڑھا کر ''موبائل، وغیرہ'' کو بھی شاملِ حکم فرمادیا۔ تو یہ اعلیٰ حضرت کا اتباع ہے کہ نہیں؟ کہاں ہے خلاف ورزی؟

تحقیق کی بنیاد اعلیٰ حضرت ہی پر ہے۔ سمجھ کا فرق ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ

حضرت علیہ الرحمہ نے ٹیلی فون وموبائل کے بارے میں نہیں لکھا ہے تو آپ کیوں کہہ رہے ہیں؟ یہ صرف سمجھ کا فرق ہے، مگر کوئی فتاویٰ رضویہ کو سمجھ کر پڑھے گا تو سمجھ لے گا کہ جب ڈھنڈورا وغیرہ کی آواز پر یہ حکم ہے تو مفتی کی جانی، پہچانی آواز جو کلام کی شکل میں موبائل اور ٹیلی فون سے آرہی ہے اس پر بدرجۂ اولیٰ یہی حکم ہوگا۔

ایک خطیب صاحب کا اعتراض: ایک عالم صاحب سے جو بڑے خطیب بھی ہیں اپنے علاقے میں، ملاقات ہوگئی اور انھوں نے چاند کا یہی مسئلہ چھیڑ دیا، اور میں نے انھیں یہی جواب دیا، تو ناراض ہوکر کہنے لگے اور میں مسکراتا رہا اور مسکراتے ہوئے ان کی باتیں سنتا رہا۔ بولنے لگے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے توپ کے لیے لکھا کہ جائز ہے اور توپ حاکمِ اسلام کی اجازت ہی سے داغی جاسکتی تھی، دوسرا کوئی داغ نہیں سکتا تھا، اس لیے اس میں ذرہ برابر بھی احتمال نہیں ہے کہ روزے کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے توپ داغ دی گئی ہو مگر آپ کا موبائل لے کر ہم بھی فون کرسکتے ہیں، دوسرا بھی فون کرسکتا ہے، اتنا تو احتمال ہے؟

جواب: ہم نے کہا آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صرف توپ لکھا ہوتا تو آپ کا اعتراض سرآنکھوں پر ہوتا، لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا قلم دیکھئے، وہ لکھتے ہیں ''توپ، ڈھنڈورا، وغیرہ''۔ تو کیا ڈھنڈورا کے لیے بھی حاکمِ اسلام کی اجازت کی ضرورت ہے اور کیا ''وغیرہ'' کے لیے بھی ضرورت ہے؟؟ پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت، ''وغیرہ'' جانتے ہیں کیا ہے؟ یہی (موبائل) ہے۔ جتنا مجمع تھا سب لوگ مطمئن ہوگئے۔ انھوں نے بھی اُس وقت تسلیم کرلیا کہ حق یہی ہے۔ تو تحقیق کی بنیاد فتاویٰ رضویہ پر ہی ہے، بلفظِ دیگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہی حرفِ آخر ہیں۔

اب ''**استفاضہ**'' **کا بیان**۔ آپ لوگ غور سے سنیں۔

دو چیزیں ہیں: شہادت اور استفاضہ

شہادت کی جتنی صورتیں بیان کی گئی ہیں سب میں چاند کی خبر ہے۔

☆ شہادتِ رویت: اس میں چاند دیکھنے کی خبر دی جاتی ہے۔

☆ شہادۃ علی الشہادۃ: اس میں چاند دیکھنے والے کی شہادت اور شاہد بنانے کی خبر دی جاتی ہے۔

☆ شہادۃ علی القضا: اس میں قاضی کے فیصلے کی خبر دی جاتی ہے۔

☆ شہادۃ علیٰ کتابِ القاضی اِلی القاضی: اس میں کتابُ القاضی اِلی القاضی کی خبر دی جاتی ہے۔

☆ نقارہ وغیرہ کے ذریعہ اعلان: یہ تو سراپا خبر ہی خبر ہے۔ تو چاند کا ثبوت شہادت کی تمام صورتوں میں خبر ہی سے ہوتا ہے۔

اور استفاضۂ خبر بھی خبر ہی ہے تو اس میں کیا حیرت ہے کہ یہاں بھی چاند کا ثبوت خبر سے ہوا۔

استفاضہ کیا ہے؟

▌ ایک علاقہ یا مختلف دیار واَمصار کے لوگوں نے کثرت سے چاند دیکھا،

▌ اور اس بات کی تحقیق ہو کہ واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا یا چاند دیکھنے والوں سے براہِ راست خود سنا،

▌ اور وہ خبر عام ومشہور ہو جائے،

تو وہ ''خبر مستفیض'' ہو جاتی ہے اور خبر کی یہ شہرت استفاضہ کہلاتی ہے۔ مختصر یہ کہ استفاضہ میں چاند جن لوگوں نے دیکھ لیا اسی کی خبر دیتے ہیں کہ میں نے چاند دیکھا یا چاند دیکھنے والے فلاں معتمد شخص نے بتایا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا تو

چاند دیکھنے کی جو خبر ہے، وہ سچی ہے، پکی ہے، تحقیق کے مطابق ہے، افواہ نہیں ہے، ۔۔افواہ کو استفاضہ نہیں کہتے ہیں ۔۔ اس کو افواہ کہتے ہیں اور ٹھکانے سے ثابت ہوجائے کہ واقعی جو آدمی بول رہا ہے، دین دار ہے، تو کثیر لوگوں نے چاند دیکھا اور سب کی خبر سچی پکی ہو اور وہ پھیل جائے، عام ہوجائے تو وہ 'استفاضہ' ہے۔ استفاضہ کا معنی ہے: مشہور ہوجانا، پھیل جانا۔ پھیلنے والی دو خبریں ہیں: (۱) خبرِ متواتر (۲) خبرِ مشہور۔ خبر مشہور کا درجہ متواتر سے تھوڑا سا نیچے ہے۔ متواتر میں بے شمار لوگ ہوجاتے ہیں اور مشہور میں لوگوں کی تعداد ذرا کم ہوتی ہے۔ اور خبر مشہور کو ہی خبرِ استفاضہ اور خبرِ مستفیض کہا جاتا ہے۔

اب دیکھئے صاحب! ایک شخص نے کہا کہ: ''میں نے چاند دیکھ لیا اپنی آنکھوں سے''، یہ بھی خبر ہے۔ اور گواہ یہ کہتے ہیں ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آج شام اپنی آنکھوں سے مثلاً ماہِ رمضان کا چاند دیکھا۔'' یہ بھی خبر ہے اور خبر کے بارے میں علما لکھتے ہیں کہ خبر جھوٹ کا بھی احتمال رکھتی ہے اور سچ کا بھی احتمال رکھتی ہے۔ تو چاند کے بارے میں، ہم کس خبر کا اعتبار کریں گے؟ اور اسے سچ مانیں، یا جھوٹ؟ مدرسہ میں پڑھایا جاتا ہے کہ خبر سچ کا بھی احتمال رکھتی ہے اور جھوٹ کا بھی احتمال رکھتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھ لیا اپنی آنکھوں سے۔ تو یہ بھی خبر ہے اور بہت سے لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، ہم نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، یہ بھی خبر ہی ہے اور خبر سچ کا بھی احتمال رکھتی ہے، جھوٹ کا بھی احتمال رکھتی ہے۔ تو کیا مطلب؟ شہادت و استفاضہ سب کو خبر ہونے کی وجہ سے رد کر دیا جائے، پھر تو حکم یہ ہوگا کہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور نہ دیکھو تو نہ رکھو۔ نہ شہادت معتبر ہو اور نہ کثیر لوگوں کا چاند دیکھنا معتبر ہو۔ کیا کیا

جائے؟

دیکھئے! خبر جب تک خالص خبر رہتی ہے وہ سچ کا بھی احتمال رکھتی ہے، جھوٹ کا بھی احتمال رکھتی ہے۔ ہوسکتا ہے سچی ہو، ہوسکتا ہے جھوٹی ہو۔ اس کو معتمد بنانے کے لیے شریعت نے دو راستے بتائے۔

☆ ایک شہادت کا۔ اور ☆ ایک کثرت کا۔

شہادت : میں لفظ **اَشهدُ** یعنی ''میں شہادت دیتا ہوں'' کہنا ضروری ہے۔ یہ لفظ بول دینے کی وجہ سے جھوٹ کا احتمال ختم ہوجاتا ہے اور خبر سچی قرار پاتی ہے۔ اگر 'شہادت دیتا ہوں' کا لفظ نہ کہے تو وہ خبر جھوٹی بھی ہوسکتی ہے اور سچی بھی ہوسکتی ہے لیکن جب وہ کہہ دیتا ہے کہ 'میں شہادت دیتا ہوں' تو ہم ایک مسلمان کے ساتھ اچھا گمان رکھیں گے اور ہمارے دل کو اطمینان ہوجائے گا کہ ایک مسلمان جھوٹی گواہی نہیں دے گا۔ لہٰذا یہ خبر سچی ہے، پکی ہے۔ اب اس کے بعد ہم اس کا فیصلہ کردیں گے کہ روزہ رکھا جائے یا عید کی جائے۔ اگر آدمی کم ہوں، دو ہوں، تین ہوں، چار ہوں، ساتھ ہی قاضی کے یہاں حاضر ہوں تو وہاں وہ لوگ شہادت دیں گے کیونکہ خبر سے جھوٹ کا احتمال شہادت ہی کے ذریعے دور ہوگا۔ تو جھوٹ کے احتمال کو دور کرنے کے لیے ایک مضبوط ذریعہ شہادت ہے۔

لیکن اگر جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں سب نے چاند دیکھ لیا اور سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ حضرت میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، یہ کہہ رہے ہیں میں نے دیکھا، وہ کہہ رہے ہیں میں نے دیکھا تو اتنے لوگ جب بیک زبان، بیک مضمون یہ بیان دے رہے ہیں تو یہ کثرتِ خبر، خبر سے جھوٹ کے احتمال کو بالکل ختم کردیتی ہے۔ یہ کثرتِ مخبرین خبر سے جھوٹ کے احتمال کو جڑ سے ختم کردیتی ہے کہ اتنی کثرت کے بعد

یہاں شہادت کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اتنے لوگوں نے بیان دے دیا تو ہم نہیں کہیں گے کہ آپ لوگ کہیے 'اَشہدُ' میں شہادت دیتا ہوں۔ اتنے لوگوں نے بیان دے دیا تو یقیناً چاند ہونا ثابت ہو گیا۔ لہٰذا اس کی بنا پر قاضی فیصلہ صادر کرے گا کہ کل کی عید کی جائے یا آپ لوگ تراویح پڑھیے اور کل سے روزہ رکھیے۔ اب شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ شہادت اس لیے تھی کہ دو تین آدمیوں کی خبر میں جھوٹ کا شبہ ہو سکتا تھا مگر دس بیس، چالیس پچاس آدمی جب ایک ساتھ خبر دے رہے ہیں تو یہ خبر جھوٹی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی کو استفاضہ کہتے ہیں۔ استفاضہ میں جھوٹ کا احتمال دور کیا جاتا ہے خبر دینے والوں کی کثرت سے۔ اور جب لوگوں کی تعداد کم ہو تو وہاں یہ جھوٹ کا احتمال ختم کیا جاتا ہے لفظ شہادت سے۔ وہاں کثرت چاہیے اور یہاں شہادت چاہیے۔ یہ دونوں چاند کے ثبوت کے لیے الگ الگ دو مستقل طریقے ہیں۔ ایک طریقے کی شرط کو دوسرے طریقے میں نہیں ڈھونڈنا چاہیے۔ لہٰذا شہادت والے طریقے میں "کثرتِ مُخبرین" اور استفاضہ والے طریقے میں: لفظ 'شہادت' کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

ہمارے کچھ بھائیوں کا عجب حال ہے کہ استفاضہ سے چاند کا ثبوت ہوتا ہے تو کہتے ہیں شہادت کہاں ہے؟ ہم کہتے ہیں بھائی استفاضہ میں شہادت کی ضرورت ہے ہی نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں لکھا ہے کہ استفاضہ کے ذریعے جو ثبوت حاصل ہوتا ہے وہ ثبوت شہادت سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے[1] جب شہادت سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط ذریعے سے یعنی استفاضہ سے ہم کو چاند کا ثبوت مل گیا تو اب شہادت کی کیا ضرورت ہے؟ شہادت میں کثرت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور استفاضہ میں شہادت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ ایک الگ طریقہ ہے اور وہ الگ طریقہ ہے۔

(۱) فتاوی رضویہ ج:□ ۴،ص: ۵۵۳،رسالہ طُرُقِ اثباتِ ہلال،سنی دارالاشاعت مبارک پور

یہ سب کچھ سمجھ جانے کے بعد اب ہم اس بات پر آتے ہیں کہ کیا موبائل کے ذریعے استفاضہ ہوسکتا ہے؟ فرض کیجیے کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں قاضی کی حیثیت سے، باہر سے دس بارہ آدمی آ گئے، اور سب کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سب کے چہروں پر داڑھی ہے، سب نیک لوگ ہیں، سنی ہیں، صالح ہیں، عالم ہیں، حافظ ہیں، قاری ہیں تو ہم کو اطمینانِ قلب ہوگا کہ چاند ضرور ہوگیا اس لیے اب ہم شہادت نہیں لیں گے بلکہ خبرِ استفاضہ کی بنیاد پر چاند ہونے کا فیصلہ صادر کردیں گے۔

یہ اس وقت ہے جب لوگ ہمارے پاس آئیں۔ لیکن اگر واقعہ یہ ہو کہ کسی نے چاند دیکھا پونہ میں، کسی نے چاند دیکھا مدراس میں، کسی نے چاند دیکھا میسور میں، کسی نے چاند دیکھا بنگلور میں، کسی نے چاند دیکھا کلکتہ میں، کسی نے چاند دیکھا گجرات میں، کسی نے چاند دیکھا آسام میں، غرض یہ کہ چودہ پندرہ لوگوں نے چاند دیکھا اور

دور دراز کے مختلف شہروں اور علاقوں میں چاند دیکھا، ہم سب کو اکٹھا نہیں کر سکتے، نہ وہ سب آسکتے ہیں تو پھر کیا کیا جائے؟

کل تک ٹیلی فون کا نظام بڑا کمزور تھا اسی لیے ٹیلی فونی نظام کے ذریعے دور دراز کے لوگوں سے یہ معلوم ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کس نے چاند دیکھا، کس نے نہیں دیکھا، اور بسا اوقات اگر معلوم بھی کرلیا جائے اور ان میں سے کوئی جھوٹ بول دیتا تو اس کی تحقیق فوراً نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔ لیکن آج

یہ ٹیلی فونی نظام، موبائل نظام اتنا مضبوط ہوگیا ہے کہ آدھے گھنٹے کے اندر ہم لوگ پورے ہندوستان کو کھنگال لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیتے ہیں کہ کہاں کہاں صحیح میں چاند دِکھا ہے اور کہاں کہاں چاند نہیں دِکھا ہے اور یہ بھی معلوم کر لیتے ہیں کہ کہاں کہاں علما، ائمہ، قاریوں، حافظوں اور حاجیوں نے چاند دیکھا ہے اور کہاں کہاں پاجیوں نے چاند دیکھا ہے، یہ سب کچھ ہم لوگ آدھے گھنٹے کے اندر تحقیق کر لیتے ہیں۔

اب دیکھئے استفاضہ کے لیے صحیح خبر ہونا ضروری ہے، خبر صحیح ہو، سچی ہو، پکی ہو تو وہ حجت اور معتبر ہے۔

آج آپ دیکھیں، ہماری جماعت اہلِ سنت میں چھوٹے چھوٹے علما بھی ہیں، اوسط درجے کے علما بھی ہیں اور بڑے سے بڑے، اونچی چوٹی کے علما بھی ہیں۔ عام طور پر لوگوں کا جب کوئی مسئلہ پھنستا ہے تو جس کا جس عالم سے تعلق ہوتا ہے وہ موبائل کے ذریعے پوچھتا ہے اور فون پر جب وہ عالم مسئلہ شرعیہ بتا دیتے ہیں تو وہ مان لیتے ہیں۔ یہ دینی معاملہ ہے۔ اس دینی معاملے میں عالم کی بتائی ہوئی خبر پر وہ عمل کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس معاملے میں جو عالم جتنا بڑا ہے اس کے پاس اتنے ہی زیادہ فون جاتے ہیں اور جو چھوٹا ہوتا ہے اس کے پاس بھی فون آتے ہیں مگر کم آتے ہیں۔ تو روزانہ صرف ہندوستان میں ہزاروں کی تعداد میں سنی مسلمان، سنی علما کے پاس فون کرتے ہیں۔ سنی علما بتاتے ہیں، اور عامۂ مومنین اس پر عمل کرتے ہیں۔ علما بھی ہمارے پاس فون کرتے ہیں اور ہماری بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور سائل و مفتی کے درمیان اتنی لمبی مسافت ہوتی ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں رہا ہوتا ہے۔ تو دینی معاملے میں ٹیلی فون یا موبائل سے حاصل ہونے والی خبر پر خود علما اپنے سے بڑے علما پر اعتماد کر رہے ہیں اور عامۂ امّت مسلمہ

بھی اعتماد کر رہی ہے، پوری دنیا کو سامنے رکھ کر دیکھ لیجیے تو روزانہ لاکھوں، لاکھ لوگ دینی امور میں اپنے علما سے رجوع کرتے ہیں، اور جو بتایا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ علما فون پر، موبائل پر دینی اُمور کی رہنمائی کرتے ہیں۔ لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اعتماد کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ خبر سچی ہے، پکی ہے، صحیح ہے پھر چاند کا مسئلہ بھی تو دینی امر ہے تو اس وقت اس معاملے میں اگر یہی علما کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، دوسری جگہ کے علما کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؟

دینی امر وہ بھی ہے کہ لاکھوں لاکھ لوگ روزانہ اس پر عمل کر رہے ہیں اور **دینی امر** یہ بھی ہے تو کیوں نہ اس پر بھی عمل کیا جائے؟ خبرِ استفاضہ میں بس یہ ضروری ہے کہ خبر صحیح ہو، اس کے صحیح ہونے کی تحقیق ہو یہ ہمارے عالم ہیں، ہم ان کو جانتے ہیں، یہ فون پر ہم کو بتا رہے ہیں کہ حضرت میں نے خود اپنی آنکھوں سے آج مغرب کی نماز پڑھ کے نکلا تو رمضان کا چاند دیکھا، میں کیسے کہہ دوں کہ مولانا جھوٹ بول رہے ہیں، میں حکیم صاحب کو جانتا ہوں کہ یہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنے کا بیان دے رہے ہیں فون پر، تو میں کیسے کہہ دوں کہ حکیم صاحب جھوٹ بول رہے ہیں، ہم سو مرتبہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دین کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے، سو مرتبہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا دین کے معاملے میں جھوٹ نہیں بول سکتے اس لیے کہ یہ حضرات خدا ترس ہیں اور جھوٹ بولنے میں ان کا کوئی فائدہ بھی نہیں۔

تو استفاضہ کے لیے خبر کا صحیح ہونا ضروری ہے اور یہ علما جب خبر دیتے ہیں تو ہم مانتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح بول رہے ہیں۔ لیکن ایک احتمال کذب کا بھی ہے۔ آخر یہ خبر ہے اور خبر جھوٹی بھی ہو سکتی ہے۔ اس جھوٹ کے احتمال کو دور کرنے کے لیے کثرت

چاہیے۔ ہم کو میسور سے چار پانچ لوگوں نے فون پر خبر دی، اسی طور پر کلکتہ سے خبر دے دی، گجرات سے، کرناٹک سے، یوپی کے مختلف اضلاع سے، بہار سے خبر دے دی، جھارکھنڈ سے خبر دے دی۔ اب ہمارے پاس چودہ، پندرہ یا اس سے زیادہ قابلِ اعتماد، ثقہ لوگوں کی طرف سے خود چاند دیکھنے کی خبریں آ گئیں اور اطمینانِ قلب حاصل ہو گیا کہ اتنے کثیر اور ذمہ دار لوگ مختلف مقامات سے تقریباً وقت واحد میں بمضمون واحد خبر دے رہے ہیں تو وہ ضرور سچے اور ان کی خبر ضرور سچی و درست ہے۔ لہٰذا ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ استفاضہ ہو گیا۔ اور جب استفاضہ ہو گیا تو چاند ثابت ہو گیا۔

ہم احتیاط کے طور پر یہ بھی کرتے ہیں، یہ ہمارا اپنا عمل ہے، کہ ہم سب سے کہتے ہیں آپ لوگ پہلے **بسم اللہ** پڑھ لیجیے۔ پھر ان سے گفتگو کر کے چاند کے بارے میں کچھ ضروری معلومات حاصل کرتے ہیں۔ وہاں کے علما کے ذریعے بھی تصدیق حاصل کر لیتے ہیں، کہ یہ خبر دینے والے خدا ترس، نیک، سچے، پکے ہیں، ٹھیک ٹھاک ہیں۔ تب ان سے کہتے ہیں **بسم اللہ** پڑھ لیجیے۔ وہ **بسم اللہ** پڑھ لیتے ہیں تو ان سے حلفیہ بیان لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں ''اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آج شام کو اپنی آنکھوں سے رمضان کا یا عید کا چاند دیکھا۔'' میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی خدا ترس، صالح مسلمان کبھی جھوٹی قسم نہیں کھاتا۔

طلاق دینے کے بعد شوہر عموماً جھوٹ بولتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے طلاق دی نہیں، یا تین طلاق نہیں دی، یا طلاق کا لفظ بیوی کے لیے نہیں کہا، صرف اس کو ڈرانے کے لیے زبانی فائرنگ کی، یا میں نے علاق کہا اور اس نے طلاق سمجھا، کبھی طلاق نہ دینے کی الٹی سیدھی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر جب یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اچھی طرح سے وضو کر کے اللہ کی قسم کھا کر کہو کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تو

زبان لڑکھڑانے لگتی ہے، قدم کانپنے لگتا ہے اور زیادہ تر ناخدا ترس شوہر بھی اقرارِ طلاق کر لیتے ہیں، اور مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ طلاق کا ایک مقدمہ آیا، لڑکی بھی آ گئی، لڑکا بھی آ گیا۔ لڑکے کی گود میں ایک خوبصورت بچی تھی۔ گھر والے آ گئے، سب افسردہ تھے۔ شوہر نے کہا حضرت اتنی پیاری، معصوم بچی کو میں بے سہارا کر دوں گا اور اس کی ماں کو طلاق دے دوں گا؟ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، میں نے طلاق نہیں دیا۔ بیوی کہنے لگی کہ فون پر انھوں نے مجھ کو کہا ہے کہ "میں نے تجھے طلاق دے دیا۔" مگر لڑکا اپنے انکار پر قائم تھا۔ خود کہتا تھا کہ مجھ سے قسم لے لیجیے، قرآن شریف اُٹھوا لیجیے، میں سچا ہوں۔ آخر کار میں نے اپنے ایک مفتی صاحب سے کہا اس کو لے جایئے اور صحیح طریقے سے وضو کرایئے۔ جب صحیح وضو کر کے آیا تو میں نے کہا کہ اب تم مفتی صاحب کے ساتھ ہماری مسجد میں جاؤ۔ وہاں قرآن شریف تمھارے ہاتھ میں دیا جائے گا اور تم سے یہ قسم لی جائے گی کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا ہے، اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو اس کا وبال میرے اوپر ہوگا۔ اب یہ معاملہ تمھارے اور اللہ کے حوالے کر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم سچ بول رہے ہو یا جھوٹ۔ یا عورت سچ بول رہی ہے یا جھوٹ۔ اب یہ معاملہ اللہ کے حوالے ہو رہا ہے۔ اللہ کے گھر میں ہو رہا ہے۔ اللہ کی کتاب ہاتھ میں لے کر ہوگا۔ تم اس کے لیے تیار ہو؟ کہا: ہاں، ہاں حضرت! سچ بولنا ہے اور کیا کرنا ہے۔ مفتی صاحب کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ مفتی صاحب کا بیان ہے کہ جب مسجد میں اس نے قدم رکھا تو کانپنے لگا، قدم لڑکھڑانے لگے، چند قدم گیا ہوگا کہ اس نے اقرار کر لیا کہ حضرت اب آگے جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ منبر تک جانا تھا، قرآن پاک ہاتھ میں لینا تھا، ابھی قرآن پاک ہاتھ میں لیا نہیں، منبر تک گیا نہیں اور اقرار کر لیا کہ حضرت میں نے تینوں طلاقیں دے دی ہیں۔ انھوں

نے پوچھا مفتی صاحب کے سامنے اقرار کروگے؟ کہا: ہاں! اقرار کروں گا۔ کہا: اب پریشان تو نہیں کروگے؟ کہا: اللہ کی قسم! پریشان نہیں کروں گا۔ واپس لے کر آئے میرے سامنے کھڑا کانپتا رہا اور سر جھکائے اقرارِ طلاق کرلیا۔

ایسے ایک، دو نہیں کتنے واقعات میرے سامنے گزرے ہیں ہم اپنے علماے کرام سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس طرح کے مقدمات میں تجربہ کرلیں تو میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ طلاق کے معاملے میں آدمی اپنی بیوی کو بھی بچاتا ہے، اپنے بچوں کو بھی بچاتا ہے اور اپنے خاندان کو بھی بچاتا ہے۔ اور خود بھی معاشرے میں شرمندگی سے بچنا چاہتا ہے مگر ان سب کے باوجود جھوٹی قسم کھانا گوارا نہیں کرتا، تو دین کے معاملے میں، روزے جیسی اہم عبادت کے معاملے میں ہمارے علما، ہمارے حاجی، ہمارے نیک لوگ جھوٹ بولیں گے؟ وہ بھی **بسم اللہ** پڑھ کر اور قسم کھا کر جھوٹ بولیں گے؟ ایسا نہیں ہوسکتا!

الغرض جب پندرہ، سولہ علما، حُفّاظ، صالحین بسم اللہ پڑھ کر، اور اللہ عز وجل کی قسم کھا کر اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنا بیان کرتے ہیں اور خوب اطمینان ہوجاتا ہے کہ یہ خبر ضرور سچی ہے، محقق ہے اور مختلف دیار و اَمصار سے بھی چاند دیکھنے کی اطلاعات موصول ہوتی ہیں، تو یقینی طور پر 'استفاضۂ خبر' ہوجاتا ہے جو شرعاً مضبوط حجت و دلیل ہے تب اس کی بنیاد پر چاند کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد موبائل کے ذریعے حدود دار القضاء کے اندر اعلان کردیا جاتا ہے۔

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بارے میں یہ صراحت کی ہے:

"ٹیلی فون اور ریڈیو کی خبریں اس باب میں ناقابلِ اعتبار ہیں کہ ان سے کسی چیز کا ثبوتِ شرعی نہیں ہوتا۔" (فتاوی امجدیہ، ج:□۱، ص:□ ۳۹۴، کتاب الصوم)

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ خبریں نہ شہادت ہیں، نہ استفاضہ۔ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ ٹیلی فون سے خبرِ استفاضہ کا تحقق نہیں ہوگا بلکہ یہ بتارہے ہیں کہ جس طور پر خبریں آتی ہیں وہ ثبوتِ شرعی نہیں کہ وہ خبرِ محض ہیں۔

☆ چاند دیکھنے کی خبر سچی، پکی ہو، اور یہ خبر سچّی، پکی نہیں ہوتی۔

☆ اُس زمانے میں ٹیلی فونی نظام اتنا ناقص و محدود تھا کہ آج کی طرح تیزی کے ساتھ خبر کی جانچ نہیں ہوسکتی تھی۔

☆ وہ عموماً ایک، دو آدمیوں کے چاند دیکھنے کی خبرِ محض کو پھیلاتے تھے تو یہاں دیکھنے والوں کی کثرت نہ ہوئی۔

جب کہ استفاضہ کے لیے ضروری ہے کہ دیکھنے والے کثیر ہوں ۔ یا پھر جماعتِ کثیرہ اُن سے نقل کرے۔

غرض یہ کہ استفاضہ کے لیے جو کثرت درکار ہے وہ یہاں ہرگز نہیں، ہمیں اپنے فقہا کے کلام کو ٹھنڈے دل سے غور کر کے سمجھنا چاہیے۔

ہمارے مفتی صاحب نے جو سوالات قائم کیے تھے ان کے جوابات الحمدللہ مکمل ہو گئے۔

سوال وجواب:

آپ حضرات کی نگاہ میں اگر کوئی بات فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہو یا کوئی شبہہ ہو تو بول سکتے ہیں، ہمیں خوشی ہوگی۔ بولیے، ہم خوشی سے سنتے ہیں اور مسکراتے ہوئے سنتے ہیں۔

مجلس میں سے ایک صاحب کھڑے ہوکر عرض گزار ہوئے۔

سائل: آڈیو کالنگ کے ذریعے جب استفاضہ ہوسکتا ہے تو اسی پر کیوں نظر

محدود رکھی جائے؟ اس سے بہتر ویڈیو کالنگ، 3G اور 4G سے ہوتی ہے جس میں آواز اور آدمی دونوں نظر آتے ہیں تو یہ استفاضہ سے بہتر شہادت ہو جائے گی؟

مفتی صاحب : شہادت کے معنی آتے ہیں آمنے سامنے ہونا، روبرو ہونا، حاضر ہونا، اور شاہد کا معنی ہے جو حاضر ہو، غائب نہ ہو۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو اُمورِ شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں۔''

یہاں اُمورِ شرعیہ سے مراد اُمورِ شرعیہ کی شہادت ہے۔ اب شہادت کے لیے حاضر ہونا ضروری ہے۔ جو غائب ہوگا وہ شہادت نہیں دے سکتا۔ جب وہ پیش نظر نہیں تو شہادت بھی معتبر نہیں۔ اور 'استفاضہ' بابِ شہادت سے نہیں بلکہ بابِ خبر سے ہے اور خبر میں قاضی کے اجلاس میں حاضر ہونا، آمنے سامنے ہونا، دو بدو ہونا کوئی ضروری نہیں۔ اس لیے یہ فتاویٰ رضویہ کے خلاف عمل نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک بار ہے اور ہم سو بار کہتے ہیں، کہ جو آمنے سامنے نہ ہوگا اس کی گواہی معتبر نہیں، وہ شہادت نہیں دے سکتا۔

سائل : مگر آج کے زمانے کو مد نظر رکھا جائے تو چاند دیکھنے والا آمنے سامنے ہوتا ہے؟

مفتی صاحب : میں سمجھ گیا آپ کی بات، کہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ کچھ ایسا سسٹم ایجاد ہو گیا ہے 3G، 4G کا کہ آمنے سامنے دونوں نظر آتے ہیں مگر جو چیز موبائل میں نظر آتی ہے وہ آدمی نہیں، بلکہ آدمی کی شبیہہ ہے۔ اس کا فوٹو نظر آتا ہے۔ اصل آدمی تو ہم سے غائب ہے۔ جب اصل آدمی غائب ہے، حاضر نہیں ہے تو شہادت نہیں ہو سکتی۔

(یہاں تک مختلف سوالات و جوابات جو تقریباً پچھلی گفتگو میں ہو چکے تھے،

چلتے رہے۔ پھر کسی صاحب نے ''گروہ در گروہ'' کا تذکرہ کیا تو اس پر مفتی صاحب نے آگے فرمایا۔۔۔)

استفاضہ میں جو ''گروہ در گروہ'' کا ذکر آیا ہے یہ امام اعظم علیہ الرحمۃ و الرضوان کا قول نہیں ہے، بلکہ بہت بعد کے ایک فقیہ ہیں علامہ مصطفی رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انھوں نے یہ بات لکھی ہے کہ استفاضہ یہ ہے کہ جہاں پر چاند ہوا وہاں سے لوگ جماعت در جماعت، گروہ در گروہ آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے یہ بیان دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا اور اس بنا پر وہاں کے لوگوں نے فلاں دن روزہ رکھا یا عید کی تو ان کا یہ بیان استفاضہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے:

''استفاضہ : جو شرعاً معتبر، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ در گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقینِ شرعی حاصل ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص: ۵۶۲، سنی دار الاشاعت)

یہاں پر نہ قسم لی جاتی ہے اور نہ یہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ دین دار یا پرہیزگار ہیں کہ نہیں۔ صرف کثرت دیکھی جاتی ہے، پھر ان کثیر لوگوں کا یہ بیان نہ شہادت ہے، نہ شہادت پر شہادت، نہ کتابُ القاضی پر شہادت، بلکہ خالص بیان وخبر ہے جو کثرت کی وجہ سے خبر کے صدق کا یقین یا غلبۂ یقین پیدا کرتا ہے اور وہ حجت ہے۔ (استفاضہ میں) علامہ رحمتی علیہ الرحمہ نے گروہ، در گروہ آنے کی قید کیوں لگائی؟ اس کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔

دیکھئے! حدیث بھی متواتر ہوتی ہے، مشہور ہوتی ہے۔ قرآن پاک بھی متواتر ہے، اور اس کی قرأتیں مشہور بھی ہیں، متواتر بھی ہیں یوں ہی سیکڑوں خبریں ہیں جو

مشہور بھی ہیں اور متواتر بھی، مگر کہیں بھی علما نے، فقہا نے خبر دینے والوں کے لیے آنے کی قید نہیں لکھی۔ اور گروہ در گروہ آنے کی بھی شرط نہیں ذکر کی۔ مثلاً قرآن متواتر ہے مگر کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ گروہ، در گروہ لوگ آکر آپ کے پاس خبر دیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے تب اس کو آپ اللہ کی کتاب مانیں۔ قرأتیں متواتر ہیں مگر کہیں یہ شرط نہیں ہے کہ لوگ گروہ، در گروہ آپ کے پاس آئیں اور بیان دیں تب آپ مانیں۔ اسی طرح مکہ شریف، مدینہ شریف دنیا میں موجود ہیں مگر کہاں آپ کے پاس گروہ، در گروہ لوگ یہ بتانے کے لیے آئے، خبر مشہور ہے، متواتر ہے، بس اِن سے سن لیا۔ اُن سے سن لیا اور اتنا سن لیا کہ یقین ہو گیا۔ خبر مشہور و متواتر ہو گئی۔

بتانا یہ ہے کہ قرآن و حدیث اور خبروں کے مشہور ہونے کے لیے آدمیوں کا گروہ، در گروہ آنا کہیں بھی نہیں لکھا ہے لیکن چاند کے معاملے میں لکھا ہے۔ یہ بھی ایک سچائی ہے اور کس نے لکھا؟ علامہ رحمتی علیہ الرحمۃ نے لکھا۔ جب میں نے اس کو پڑھا تو خود حیرت زدہ ہو گیا کہ یا اللہ! قرآن پاک کی آیات متواتر ہیں یوں ہی کثیر حدیثیں بھی متواتر ہیں، مشہور ہیں، مگر کہیں علما نے یہ شرط نہیں لگائی کہ لوگ گروہ در گروہ آکر بتائیں، سیکڑوں خبریں متواتر ہیں مثلاً مکہ، مدینہ، طائف، برطانیہ، امریکہ، لندن موجود ہیں، ان کی خبریں مشہور ہیں، متواتر ہیں، کبھی ایسا نہ ہوا کہ ہمارے پاس گروہ در گروہ لوگوں نے آکر خبر دی، پھر بھی ہم مان رہے ہیں۔ تو چاند کے معاملے میں ایسا کیوں ہے؟ اس پر میں نے غور کیا کہ جس زمانے میں علامہ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ تھے اُس وقت نہ ٹیلی فون کا کوئی سسٹم تھا، نہ ریڈیو کا کوئی سسٹم تھا، نہ موبائل کا کوئی سسٹم تھا تو ایک دو روز میں خبر کے مستفیض یا مشہور ہونے کا صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ لوگ گروہ در گروہ جا کر کسی کو بتائیں۔ ورنہ خبر تو مشہور ہو گی مگر پانچ، چھ مہینے بعد ہو گی، جس کا کوئی خاص فائدہ نہ ہو گا۔ اس سے پہلے تو شہادتِ شرعیہ حاصل ہو سکتی ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ

جلد سے جلد ثبوتِ شرعی فراہم ہوجائے تاکہ صبح سے روزہ رکھیں، یا عید کریں، یا روزہ کئی دن کا فوت نہ ہو، نہ ہی عید میں کئی روز کی تاخیر ہو، اور اس قدر جلد، تواتر یا استفاضہ کے تحقّق کے لیے اُس زمانے میں گروہ در گروہ لوگوں کا آنا ہی ضروری تھا، اس لیے علامہ مصطفی رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ کی وہ تشریح فرمائی۔

وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور بیک زبان اس طرح کا بیان دیں تو خبر مستفیض ہوجائے گی اور روزہ رکھنا یا عید کرنا لازم ہوجائے گا۔ لیکن آج اللہ کے کرم سے ٹیلی فون اور موبائل کا ایسا سسٹم ایجاد ہوگیا ہے، کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے آدھے گھنٹے کے اندر پورے ہندوستان کے حالات ہم معلوم کرلیتے ہیں اور جانچ پڑتال کر پوری تحقیق کرلیتے ہیں۔ تو جب آدمی ایک جگہ بیٹھے بیٹھے ساری تحقیق کرلیتا ہے، ساری خبریں آجاتی ہیں، تحقیق ہوجاتی ہے تو آنے کی جو شرط تھی آج وہ نہ رہی۔ ٹیلی فون اور موبائل نے اس کام کو آسان کردیا۔ لہٰذا چاند کے علاوہ جتنی خبریں متواتر ہیں یا مشہور ہیں جیسے قرآن پاک، اس کی قرأتیں اور حدیثیں ان میں خبر دینے والوں کا آنا ضروری نہیں ہے تو اب چاند کے معاملے میں بھی اس زمانے میں آنا ضروری نہیں ہے۔ اصل مقصد آنا نہیں ہے، اصل مقصد کیا ہے؟ کثرتِ خبر۔ جب بہت سے چاند دیکھنے والوں کے بیان سے ''کثرتِ خبر'' پالی جائے گی، اعتماد ہوجائے گا تو جھوٹ کا شبہ دور ہوجائے گا۔ لوگ آکر بتائیں گے تو بھی جھوٹ کا احتمال ختم ہوجائے گا اور بغیر آئے بتائیں گے تو بھی جھوٹ کا احتمال ختم اور سچ ہونے کا یقین ہوجائے گا۔ اس لیے اس کو تسلیم کرلیا جائے گا۔ ۲۰۰۴ء میں دارالقلم، ذاکر نگر، دہلی میں 'جدید ذرائع ابلاغ اور مسائلِ ہلال' کے موضوع پر ایک بہت اہم دو روزہ فقہی سیمینار ہوا تھا جس میں کثیر علمائے اہلِ سنت شریک ہوئے تھے۔ اس میں موبائل و ٹیلی فون کے ذریعے 'استفاضۂ خبر' کے تحقق کا فیصلہ ہوا۔ وہ فیصلہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سترہویں فقہی

سیمینار منعقدہ اندور (مدھیہ پردیش) میں علمائے کرام کے جم غفیر کی خدمات میں پیش ہوا، سب کو فیصلے کی ایک ایک کاپی مطالعے کے لیے دے دی گئی، پھر بعد میں خاص مجلس مذاکرہ میں پورا فیصلہ سنا دیا گیا تھا۔ وہاں بہت زیادہ علما تھے۔ سب نے اس کی تصدیق کی تھی۔ سو سے زیادہ علما تھے جن میں بہت سے بڑے بڑے علما و محققین تھے، ان کا اس پر اتفاق ہوا۔

حضرات! عید کا موسم یوں تو خوشیوں و مسرتوں کا موسم ہوتا ہے مگر آپ بخوبی واقف ہوں گے کہ آج سے کوئی دس سال پہلے تک علاقے کے علما اور مفتیوں کے لیے یہ موسم چاند کے مسئلے کی وجہ سے پریشانیوں کا موسم ہوتا تھا۔ ایک سال تو تین یا چار روز تک عید الفطر کی نماز ہوتی رہی، پھر کیسے کیسے دل خراش تبصرے ہوئے ان سے آپ بھی آگاہ ہوں گے۔ ادھر ہمارے مسلمان بھائیوں کا حال یہ ہے کہ جہاں کہیں ریڈیو وغیرہ سے اطلاع ملی کہ دہلی، لکھنؤ وغیرہ میں چاند ہوگیا تو وہ مضطرب ہو جاتے ہیں۔ دوسری جماعتوں کے علما کے لیے بس اتنا کافی ہوتا ہے کہ کہیں سے فون آگیا تو ان کے لیے حجت شرعیہ نازل ہوگئی، اب نہ انھیں شہادت کی حاجت، نہ استفاضہ کی، نہ اس تحقیق کی کہ خبر کی بنیاد کیا ہے۔ وہ دھڑا دھڑ اعلان شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے باعث کہیں کہیں کچھ شورش بھی ہوئی، اور بہت جگہوں پر عوام اپنے علما سے بدکنے بھی لگے۔ کچھ روزہ توڑ کر ادھر ادھر جا کر عید بھی کر لیتے ہیں۔ اور ہمارے علما جب دو بجے رات تک یا اس کے بعد کہیں سے شہادت یا شہادۃ علی الشہادۃ یا کتابُ القاضی حاصل کر کے اعلان کرتے ہیں تو ہمارے ہی عوام تبصرے شروع کر دیتے ہیں کہ آخر فیصلہ تو ہمارے علما نے بھی وہی کیا جو دوسروں نے کیا لیکن بڑی تاخیر سے۔ اب ایک رجحان یہ بننے لگا تھا کہ دوسروں کے اعلان پر عید کی تیاریاں شروع کر دیں۔ صبح تک ہمارا بھی اعلان ہو ہی جائے گا۔

ہم نے دوسرے کارگاہِ حیات میں اپنے بھائیوں کی ملّی قیادت عموماً چھوڑ رکھی ہے اور صرف دینی اُمور میں ہماری قیادت سمٹ کر رہ گئی ہے اور اب اندیشہ ہے کہ ہماری عوام ہماری اس قیادت سے بھی غیر مطمئن ہوکر کسی اور سمت کا رُخ کرلیں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ شریعت کے اُصولوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے آج کے دور میں موجودہ ذرائع ابلاغ سے فائدہ اُٹھانے کی کوئی شرعی گنجائش نکل سکے تو نکالی جائے۔ الحمد للہ ہمارے جید علما نے اس سلسلے میں فقہ حنفی کے ذخیروں کو کھنگال کر تحقیق کے موتی ''استفاضۂ خبر'' کی شکل میں اُمت کی خدمت میں پیش کر دیے اور اس پر ہندوستان کے اکثر و بیشتر علاقوں میں عمل بھی ہو رہا ہے۔ آپ بھی اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ اس عاجز بے مایہ نے جب مبارک پور سے اس پر عمل شروع کیا تو بہت سے علما و محققین نے مبارکباد کے لیے فون کیے۔ کئی دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کچھ لوگوں نے فون کرکے پوچھا کہ آج سے پہلے یہ فیصلہ نہیں تھا، اب آپ نے شروع کر دیا تو کیا آپ نے اس کی تحقیق کرلی ہے؟ ہم نے کہا ہاں، تحقیق کرلی ہے۔ تو کہنے لگے الحمد للہ! جب تحقیق کرلی ہے تو کوئی بات نہیں۔ پوچھا بھی، تو بس اتنا پوچھا۔

اب آج عالم یہ ہے کہ ہمارے یہاں سے استفاضہ ہندوستان کے بہت سے شہروں میں کیا جاتا ہے مثلاً کلکتہ، چھتیس گڑھ، سنبھل، بجنور، لکھنؤ وغیرہ مختلف علاقوں میں کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ! اعلان ہوتا ہے، لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ آپ لوگ بھی بالکل بے فکر ہوکر عمل کریں۔ کوئی شبہ ہو تو بتائیں۔

مرتّب عرض کرتا ہے کہ

(اس کے بعد حاضرین و سامعین علما میں کسی نے کچھ نہ کہا، سب نے تصدیق کی اور کافی دیر تک سکوت رہا۔ بعدہٗ حضرت مفتی صاحب کی دعا اور صلاۃ و سلام پر مجلس کا

اختتام ہوا۔) **فالحمدُ للّٰہِ ربِّ العٰلَمین و الصّلاۃُ و السّلامُ علیٰ حبیبِہٖ خاتمِ النبیّین علیہ وعلیٰ اٰلِہٖ وصحبہٖ أجمعین۔**